بلوچ قبیلہ زرداری کی ثقافتی تاریخ

بلاول فقیر زرداری سے بلاول زرداری تک

محمد لائق زرداری

بلاول فقیر زرداری کون تھے؟ کہاں سے آئے؟ آپ کی زندگی کیسے گزری اور کونسے کارنامے سرانجام دیئے؟ ان تمام باتوں کو معلوم کرنے کے لئے تاریخ کی ورق گردانی کرنا ضروری ہے۔ جہاں تاریخ خاموش ہے وہاں تاریخی روایات جو سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہیں ان کا تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے۔ بلاول فقیر کا عالیشان مقبرہ جو تین صدیوں سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے وہ نواب شاہ شہر سے چھ کلومیٹر شمال کی جانب لنک روڈ سے ایک کلومیٹر پر نمایاں نظر آتا ہے جس کے گرد پانچ ہزار قبور پر مشتمل ایک بہت بڑا قبرستان ہے جو بلاول زرداری "جو قبو" کے نام سے مشہور ہے آج تک کسی محقق نے اس پر قلم نہیں اٹھایا اس طرح تاریخ کا ایک انمول باب ہم سے اوجھل رہا۔ لہٰذا اس قبیلے کے کارنامے اور حسب و نسب جاننے کے لئے تاریخ کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔

سندھ میں اسلام کی آمد کے بعد چار مسلمان قبیلے سکونت پذیر ہوئے۔ اول "سماٹ" دوم "عربی النسل" سوم جٹ قبیلہ اور چہارم بلوچ قبیلہ۔ ان قبیلوں کا مختصر جائزہ حسب ذیل ہے۔

ا۔ سماٹ: اس وقت سندھ میں جت، مید اور راجپوت قبائل جو نسلی اعتبار سے کم مگر تمدنی طور پر آپس میں زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ سندھ میں یہ قومیں اور قبیلے اپنی رسومات سے لے کر خوراک لباس، بدنی خدوخال، شکل و شباہت، کاروبار، مذہب اور معاشرتی و تمدنی یکسانیت کی وجہ سے ایک تمدنی اکائی "سماٹ" کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔ بقول اللہ رکھیو بٹ، "سماٹ قوم جس کا تعلق سندھ سے رہا ہے۔ ان میں سے جو قبیلے پروان چڑھے۔ انہوں نے اپنے اپنے نام سے شناخت کروائی جو کہ چھٹا، گنجا، برفت، خدرانی، جاموٹ، بندیجا، برا، آگریہ، رونجھا، بابڑا، واہرا، شاھک، موندرہ وغیرہ۔ لس بیلہ کے جام بھی "سمہ" ہیں۔ سمہ اور سومرہ نے

سندھ میں سماٹ قبیلہ کی بنیاد ڈالی۔"[۱]

غلام محمد لاکھو کی تحقیق کے مطابق، سمہ لوگوں نے مل کر فیروز الدین انڑ کو "جام" کا خطاب دیا۔ جام انڑ کی اولاد آگے چل کر سماٹ کے پورے قبائل کی سردار بن گئی۔ ان قبائل میں برفت، ہلی، لاکھو، دھاریجو، ڈھر، ہتو، کوریجہ، ڈاھری، انڑ، راھو اور جونیجو وغیرہ شامل ہیں۔[۲] اس وقت سندھی سماج میں جونیجو، ہتو، جوکھیو، کوریجو، ڈھر اور انڑ خود کو جام کے لقب سے کہلانا پسند کرتے ہیں۔

۲۔ عربی النسل: سندھ میں عرب النسل قبیلے جو فتح سندھ کے بعد سکونت پذیر ہوئے، اپنے آپ کو قریشی، صدیقی، فاروقی، سید، عباسی، ھباری وغیرہ کہلاتے ہیں اور اپنے آپ کو سندھ کے سماٹ، جت اور بلوچ قبائل سے علیحدہ شمار کرتے ہیں۔

۳۔ جٹ: پنجاب میں جٹ قبیلہ کو اپنے پیشہ کی نسبت سے یہ نام دیا گیا۔ پنجاب میں زمین کی کھیتی باڑی کرنے والے لوگوں کو جن میں مسلمان، سکھ اور ہندو شامل تھے ان کو جاٹ کہا گیا اور آج بھی یہاں زمیندار کو جاٹ کہا جاتا ہے چاہے وہ نسلی اور مذہبی طور پر کسی بھی نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ جاٹ جو پنجاب کے جنوب مشرق میں زمینداری کا پیشہ رکھنے والے جاٹوں سے ذات کے متعلق جب پوچھا جاتا ہے تو اکثر خود کو جاٹ زمیندار کہلاتے ہیں۔ ہندو اور سکھ صوبہ کے دوسری نسل والے لوگوں سے زیادہ دولتمند ہیں۔[۳]

پنجاب اور سندھ میں جانور پالنے والے لوگوں یا اونٹ پالنے والوں کو "جاٹ" اور جت کہا جاتا ہے۔ عربی کا لفظ "زط" اور سندھی زبان کا لفظ جت ایک ہی معنی رکھتا ہے۔ اصل میں جت سندھ سے عراق پہنچے تو ان کو عربوں نے زط کہنا شروع کیا، کیونکہ عربی تلفظ میں "ج" کو "ز" سے بولتے ہیں۔ بہت سارے مچھلی پکڑنے، کھیتی باڑی کرنے اور دوسرے کاروباری لوگ بھی خود کو جت کہلاتے ہیں۔ ہمارے یہاں جت ذات سے متعلق عام سی روایت چلی آ رہی ہے کہ جت وہ ہیں جو اونٹ پالتے ہیں تو پھر مچھلی پکڑنے والے خود کو جت کیوں کہلاتے ہیں؟ حقیقت میں پانی میں مچھلی کا کاروبار کرنے والے خود کو "بلوچ جت" یا "جت بلوچ" کہلواتے ہیں۔ ان کے کہنے کے مطابق وہ کرامتی یا قرمطی بلوچ ہیں اور جنکی کاروبار یعنی اونٹ پالنے کی وجہ سے ان کی اصلی ذات بلوچ سے "جت" لفظ شامل کیا گیا ہے۔[۴]

فتح سندھ کے وقت سندھ میں سمہ، لاکھو، ہتہ، لوہانہ اور جت قبائل اکثریت میں سکونت پذیر تھے۔

سندھ کے پڑوس لس بیلہ اور کچھ میں بھی جت اور سماٹ قبائل بستے تھے جو کھیتی باڑی کا کاروبار کرتے تھے۔ اس طرح سندھ کے جت اور راجپوت نسل سے بہت قبیلوں نے جنم لیا۔[۵] میر جت خود کو رند بلوچ سمجھتے ہیں۔ لاشاری کو بھی جت کہا جاتا ہے جو بلوچ نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ دادو اور حیدر آباد کے ببر قبیلے والے خود کو جت بلوچ کہلاتے ہیں اور کہیں خود کو جمالی بلوچ میں شمار کرتے ہیں۔ قلات کے ببر جت کہلواتے ہیں اور اونٹ پالتے ہیں۔ سندھ میں اونٹ پالنے یا اونٹ پر مال برداری کا کاروبار کرنے والے کو جت کہا جاتا ہے۔ جت کوئی ذات نہیں بلکہ ایک کاروبار کا نام ہے جیسے زیورات بنانے والے کو سونار' لوہے کا کاروبار کرنے والے کو لوہار کہا جاتا ہے چاہے ان کا قبیلہ یا نسل کوئی بھی ہو۔

۴۔ **بلوچ :** بلوچستان میں بسنے والوں کو بلوچ کہا جاتا ہے موجودہ بلوچستان میں بروہی' پٹھان اور سندھیوں کی آبادی زیادہ ہے۔ بلوچستان کا نام انگریزوں نے اپنی آسانی کے لئے رکھا تھا۔ اس کے علاوہ اور کہیں بھی بلوچستان کا نام نظر نہیں آتا' البتہ بلوچ قوم مغرب سے ہجرت کر کے آئی ہے۔ انگریز تاریخ دان ہنری پوٹینجر کے مطابق ''اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مغرب سے آئے ہیں۔ وہ اس بات کو اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ بلوچی زبان زیادہ تر ایرانی زبان فارسی سے ملتی ہے۔ اس کے علاوہ بلوچ قبیلے زیادہ تر بلوچستان کے مغربی علاقہ میں بستے ہیں۔[۶]'' میر حاجی محمد بخش ٹالپور بہت بحث و مباحثے کے بعد لیمبرک کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ''بلوچ تین قسم کے ہیں۔ اول اصلی بلوچ' دوم ادغامی بلوچ سوم الحاقی بلوچ۔ اصلی بلوچ کے علاوہ ادغامی بلوچ عرب' شام اور عراق سے آکر آباد ہوئے۔ اور ان کی زبان اور لباس بھی وہی ہے۔ وہ سندھ آکر خود کو بلوچ ہی کہلواتے ہیں۔[۷]''

بلوچ خود کو امیر حمزہ کی اولاد سمجھتے ہیں۔ الحاقی بلوچ بھی خود کو امیر حمزہ کی پشت سے سمجھتے ہیں۔ ان کے جد امجد میر جلال خان ایران اور سیستان میں وقت کے حکمرانوں سے لڑائی کر کے بلوچستان میں اپنے ساتھ چوالیس قبیلوں سمیت آکر آباد ہوئے۔ میر جلال خان کے چھ بیٹے تھے رندو' لاشار' ہوت' کورائی اور جتو۔ رندو خان میر جلال کے بڑے بیٹے تھے۔ رندو خان کی پشت سے لغاری' جکھرانی' جمالی' کھوسہ' ڈومبکی اور رند ثالث ہوئے۔ رحیم داد مولائی شیدائی رند بلوچوں کے ۶۵ قبیلے بتاتے ہیں۔ جن میں رند' لغاری' لونڈ' مزاری' گشکوری' کھیری' جلبانی' مشوری اور مری وغیرہ شامل ہیں۔ لاشاری قبیلے سے چالیس اور قبیلے بتائے جاتے ہیں۔ مری بلوچ بھی رندوں کی شاخ میں سے ہیں۔ جس سے تین شاخیں اور ہوئیں : غزنی' لوہارانی

اور بجارانی۔ ان میں سے اور بائیس شاخیں ہوئیں۔[۹]

مری کا لقب رندوں کے سردار میر چاکر خان نے اس وقت دیا، جب میر چاکر خان مغل شہنشاہ ہمایوں کی مدد کیلئے ایک لشکر اکٹھا کر رہا تھا۔ مریوں کے سردار میر بجار خان نے میر چاکر خان کا ساتھ دینے سے انکار کیا تھا۔ جس سے ان کو مری یعنی "ضدی" کہا گیا۔

زرداری: زرداری قبیلہ کی اصلیت تحقیق طلب ہے سندھی قبائل کے متعلق کئی کتب تحریر کی گئیں۔ جن کے قابل ذکر مصنف رچرڈ برٹن، ہنری فیلڈ، ایس۔ ایس سارکر، ڈاکٹر سگرڈ ویسٹ پھال، ھیلبش، مرزا قلیچ بیگ، رحیم داد خان مولائی شیدائی، سردار خان گشکوری، جسٹس خدا بخش مری، رائے بہادر ہیتو رام، شیخ صادق علی شیر علی انصاری، ڈاکٹر اللہ رکھیو بٹ، غلام محمد لاکھو، اور ڈاکٹر غلام حیدر ابڑو ہیں۔ علاوہ ازیں متعدد ادیبوں نے بلوچ قبائل پر لکھا ہے اور سندھی قبائل کی اصلیت، رسم و رواج، بود و باش پر بحث کی ہے۔ زرداری قبیلہ کا "سماٹ" جت یا بلوچ کی کس نسل سے تعلق ہے؟ دینی اور دنیاوی میدان میں کہاں تک اثر انداز ہوئے؟ سندھ میں کب آباد ہوئے؟، رسم و رواج کیسے ہیں؟ کون سے خطے میں آباد ہیں؟ ان سوالوں کے جوابات ہم تاریخ سے تلاش کرتے ہیں مگر افسوس تاریخ میں اس قبیلے کے متعلق بہت کم مواد میسر ہے۔ اس لئے تاریخ کے ساتھ ساتھ ہم مروج روایات سے بھی مدد لیں گے۔ روایات جو بزرگوں سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی آئی ہیں۔ ان تاریخی حقائق (Oral History) کو سامنے رکھتے ہوئے۔ سندھ کے ایک گمنام باب کو روشن کیا جا سکتا ہے۔

تاریخ اور روایات کو مدنظر رکھ کر حقائق کو سامنے لانے کی کوشش کی جائے گی۔ یہاں جو تاریخی مواد ملتا ہے، ان میں نواب شاہ گزیٹئر نے اس قبیلے کو اونٹ پالنے والے جت قبیلہ لکھا ہے۔ اس طرح شیخ صادق علی شیر علی انصاری اپنی تصنیف "سندھ بلوچستان اور افغانستان میں مسلمان قومیں" میں بھی یہی لکھا ہے۔ انہوں نے سمو نسل کے ۸۰۹ قبیلے ترتیب دیئے ہیں جن میں زرداری قبیلے کو جریان نمبر ۸۰۷ پر دکھایا گیا ہے۔ ان کے خیال میں زرداری سمہ ہیں۔ بقول مصنف سمہ نسل کے قبیلوں کو ترتیب دینے میں اس سے کئی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ کیونکہ سندھ کے ہر ایک مختیار کار نے علیحدہ علیحدہ تفصیل بھیجی تھی۔ جس میں زیادہ تفصیلات موصول ہونے سے کچھ ترامیم بھی کی گئی تھیں۔ بہرحال انہوں نے حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے سمہ نسل کی لسٹ میں زرداری قبیلے کو "ز" کے خانے میں جریان نمبر ۲ پر نمایاں کیا گیا ہے۔ ان کے

حروف تہجی کی ترتیب میں دیئے ہوئے نسب نامہ میں "سمہ" قبائل کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں بہت سارے بلوچ قبائل کو سمہ نسل میں شمار کیا ہے۔ جیسا کہ مگسیوں کو پہلے بلوچ لکھا ہے' پھر سمہ میں شمار کیا ہے۔ ان کی وضاحت اس وقت کے مختیار کار خان بہادر رسول بخش نے بھی بھیجی تھی۔ جو بلوچ قبائل سے متعلق بہت زیادہ علم رکھتے تھے۔ نصیر آباد کے مختیار کار' مگسی کو ڈیرو کے جد امجد سے بتایا ہے۔ اوباوڑو کے مختیار کار مگسی کو بلوچ ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ لاشار کی اولاد ہیں۔ جو جلال خان کے چھوٹے بیٹے تھے۔ زرداری قبائل کے سردار یا سربراہ کے متعلق وہ خاموش ہیں۔ مرزا قلیچ بیگ نے بھی زرداری قبیلے کو نظر انداز کیا ہے انہیں نہ سمہ اور نہ بلوچ نسل میں شامل کیا ہے۔ میر علی شیر قانع' جس نے سمہ نسل کا شجرہ بنایا تھا' اس میں بھی زرداری قبیلے کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زرداری سمہ نسل سے نہیں ہیں۔ شیخ صادق علی شیر علی انصاری نے اپنی تصنیف میں آگے چل کر جت قبیلے کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اسے جت کے جریان نمبر۹۱ میں زرداری لکھا ہے۔ جت کے متعلق ان کو صرف یہی معلوم ہے کہ وہ اونٹ پالتے ہیں جب سے ریلوے لائن بچھائی گئی تب سے ان لوگوں کا کاروبار کاشتکاری ہے۔ انہوں نے بہت سارے بلوچ قبائل کو جت نسل میں شمار کیا ہے جیسا کہ کٹوھڑ' (بڑدی) جسکانی (ڈومکی۔ جتوئی) کولاچی (رند) وغیرہ' مصنف نے کاروبار والی نسبت سے کاروباری ذات میں لکھا ہے۔ ان کے متعلق کوئی بھی تفصیل اور وضاحت نہیں لکھی۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس موضوع کی چھان بین کی جائے' جس میں زرداری قبیلے کو سمہ یا جت میں شمار کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا بیان میں زرداری کو سمہ کہا گیا ہے اور ان کا پیشہ اونٹ پالنا بتایا گیا ہے یہ دونوں حوالے انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے اوائل کے ہیں۔ اس سے بہت پہلے کا حوالہ ۱۸۳۱-۱۸۳۲ء کا بھی ہے' ان کے مطابق تالپور دور میں سندھ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے دو انگریز ہندوستان سے سفر کر کے سندھ میں نواب شاہ پہنچے۔ لیفٹیننٹ اے' ڈیلہوسٹ سرویئر نے اپنی رپورٹ "سندھ مہم" میں لکھا کہ "۲۴ فروری ۱۸۳۲ء میں ہم لوگ نواب شاہ کے گاؤں پہنچے' جہاں صرف تین دکانیں تھیں اور تین سو کے قریب لوگ آباد تھے۔ ہم وہاں سے نکل کر فقیر کی "کھوہی" پر آئے۔ پھر تین میل کا سفر کر کے "بالو زرداری بلوچ" کے مقبرے پر پہنچے۔ جہاں ایک بڑا وسیع قبرستان دیکھا۔ ان کے مشرق میں ایک بڑا صحرا نظر آیا۔ وہاں قدرتی آبی راستوں اور نہروں کے نشان بھی پائے' جو مختلف اطراف سے نکلتے تھے۔ وہاں ایک

تباہ شدہ وسیع میدان بھی نظر آیا۔ جو حیران کن بربادی کی حالت میں تھا۔ اس کے مغرب میں دریا بہتا تھا۔ میں نے اپنے رہبر سے معلوم کیا کہ یہ علاقہ زرخیز ہے پھر بھی برباد اور ویران کیوں ہے؟ وہ مجھے اس عجیب صورتحال کے متعلق کچھ بھی نہ بتا سکے۔ ماسوائے کہ بہت سال پہلے یہاں بہت زیادہ لوگوں کی آبادی تھی۔"[11]

مذکورہ بالا شخصیت نے اس رپورٹ میں دسمبر ۱۸۳۱ء سے مئی ۱۸۳۲ء اپنے منڈوی سے حیدر آباد سندھ اور خیرپور تک کے سفر کا ذکر کیا ہے اور لکھا کہ جب مہم جو انگریزوں نے لوگوں سے معلوم کیا تو آس پاس کے لوگوں نے انہیں بتایا کہ آگے "زرداری بلوچ" قبیلے والوں کا گاؤں ہے۔ یہ مذکورہ رپورٹ کتاب کی صورت میں شیخ صادق علی کی کتاب سے ۴۹ سال قبل لکھی گئی تھی۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ مقبرہ اور قبرستان کے ساتھ بڑا وسیع گاؤں تباہی اور بربادی کی حالت میں دیکھا۔ اس کی تباہی و بربادی کے اسباب تو انہیں معلوم نہ ہو سکے۔ البتہ "بلاول زرداری" کا گاؤں نواب شاہ کے گاؤں سے بیس گنا بڑا پایا۔ جو تباہ حال تھا۔ اس گاؤں کے تباہ و برباد ہونے کے بہت سے اسباب روایات کی صورت میں ملتے ہیں مگر لوگوں کے بیان اور ان رپورٹوں سے واضح ہوا کہ "زرداری" بلوچ قبیلہ ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زرداری قبیلہ سندھ کی سماجی' اقتصادی' علمی اور تہذیبی زندگی میں تقریباً تین سو سال تک اپنا کردار ادا کرتا رہا۔ یہ قبیلہ سندھ کے موجودہ ضلع نواب شاہ' نوشہرو فیروز اور سانگھڑ میں اکثریت میں آباد ہے' اس کے علاوہ یہ قبائل خیرپور' دادو' حیدر آباد' ٹھٹھہ اور بدین میں بھی کثرت سے آباد ہیں۔ اس قبیلہ کے آباء و اجداد دیگر بلوچ قبائل کی طرح ایران' مکران اور بلوچستان سے ہوتے ہوئے ڈیرہ جات میں آکر آباد ہوئے۔ یہ قبیلہ بلوچ نسل سے تو تھا مگر اپنی انفرادی حیثیت میں نہیں تھا۔ اس قبیلے کی شروعات بھی دوسرے بلوچ قبائل کی طرح اپنے آباء و اجداد کے نام سے یا کہیں اپنے رہائش پذیر علاقے کی نسبت سے ہوئی۔ جب بلوچ قبائل کی اکثریت ترک وطن کر کے میاں آدم شاہ کلہوڑہ کے ساتھ سندھ میں آئے تو اور بلوچ قبائل بھی کلہوڑوں کی پیری مریدی کی وجہ سے جنوبی پنجاب کے ڈیرہ جات کے علاقہ میں سے اکثریت نے ہجرت کر کے سندھ میں سکونت اختیار کی۔ اور بہت سے بلوچ نسل کے قبائل بھی کلہوڑہ بزرگ میاں نصیر محمد کی پیری مریدی کے سلسلے میں آکر چانڈکا کے علاقہ میں آکر آباد ہوئے۔ جنوب سے کھوسہ قبیلہ بھی میاں الیاس محمد کلہوڑہ کے دور میں شمالی سندھ میں جاگیر لے کر آباد ہوئے۔ اس طرح لغاری سے ٹالپور قبیلہ بھی سندھ میں آکر آباد ہوا۔ ٹالپور' ٹال بمعنی ٹہنی' پور بمعنی کاٹنے والا۔ یعنی ٹہنی

کاٹنے والا کی نسبت سے ٹالپور کہلوائے۔ اس طرح لاشار خان کی اولاد میں سے لاشاری کہلوائے۔

سردار خان، میاں نصیر محمد کلہوڑہ بزرگ کے نہایت ہی پیارے مرید تھے وہ بڑے مالدار اور صاحب ثروت تھے۔ جب وہ میاں صاحب کی دعوت طعام کرتا تھا تو اپنے پڑوس والے مرید بھی ان کی اوطاق (بیٹھک) میں اکٹھے ہوتے تھے۔ یہاں بڑا لنگر (خیرات) ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ میاں صاحب نے دعا دیتے ہوئے خوشی اور پیار سے سرائیکی زبان میں کہا کہ ''سردار خان ھن تو زردار خان تھی گیا ھئیں'' (تو بڑا دولتمند ہو گیا ہے) اس کے بعد پڑوس اور دوسرے مرید عقیدتمند سب سردار خان کو زردار خان کے نام سے پکارنے لگے مرشد کے دیئے ہوئے لقب سے سردار خان خود کو زردار خان کہلوانے لگا۔ اس طرح زردار خان کی اولاد کو زرداری کہا جانے لگا۔ زردار خان کے سات بیٹے ہوئے جن کے نام داد خان، سالار خان، زنگو خان، پنجو خان، مرکو خان، سلحو خان اور مہران خان تھے۔ ان کے بیٹوں کی اولاد اپنے اپنے نام سے زرداری قبیلے کی چھوٹی چھوٹی شاخیں ہوئیں اور اس طرح بیٹوں کے نام سے شاخیں مشہور ہوئیں۔ جیسا کہ دادانہ، سالارانہ، زنگانہ، پنجانہ، مرکھانہ، صلحانہ اور مہرانہ۔ مندرجہ بالا شاخوں سے اور ساٹھ۔ ستر شاخیں اپنے اپنے دادا کے نام سے مشہور ہوئیں۔ اس طرح میر جلال خان کے بیٹے نے اپنے اپنے نام سے الگ قبیلہ کی حیثیت لے لی۔ جیسا کہ رندو کے بیٹے نظام کی اولاد نظامانی کہلوائے۔ جتو خان سے جتوئی ہوئے وغیرہ۔ مھیرے جو اصل میں مہر جبل کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ ان کو مھیری کہا جاتا ہے۔[۱۲] اس طرح سندھ، بلوچستان، پنجاب اور سرحد سے آئے ہوئے قبائل اپنے اپنے آباء یا کسی مکان کی نسبت سے قبیلہ کہلواتے ہیں۔

سردار خان جن کو میاں نصیر محمد کلہوڑہ نے زردار خان کا خطاب دیا تھا، ۱۶۴۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۷۱۰ء میں فوت ہوئے۔ آپ مہرالٰہی بلوچ قبیلے کی شاخ بلیدی قبیلے کے ایک فرد تھے۔ بلیدی قبیلے کو پندرھویں صدی کے رند مہرالٰہی کے نام سے پکارتے تھے۔ جو رندوں کی ایک شاخ میں سے تھے۔ ببرک بلیدی جو ایک بہادر پہلوان تھے، ہیبت خان کے بیٹے تھے۔ ببرک خان کا بیٹا سردار خان تھا جو اپنے خاندان میں ایک ممتاز مقام رکھتا تھا۔ جس نے میاں نصیر محمد کے دربار میں اعلیٰ منصب حاصل کیا تھا۔ میاں صاحب نے ان کو اپنا امیر بنا کر ''زردار خان'' کے لقب سے سرفراز کیا تھا، اس طرح زرداری قبیلہ کا نسب نامہ اس طرح بنا۔ ملاحظہ کیجئے۔

میرالی عرف بلیدی بلوچ

|

ہیبت خان

|

ببرک خان

|

سردار خان عرف زردار خان (۱۶۴۰ء-۱۷۱۰ء)

سالار خان	جنگلو خان	زنگو خان	مرکو خان	سلطو خان	داد خان	پنجو خان
(سالارانی)	(جنگانہ)	(زنگانہ)	(مرکھانہ)	(سلطانہ)	(دادانہ)	(پنجانہ)
۱۶۵۸ء	۱۶۶۰ء	۱۶۶۲ء	۱۶۶۴ء	۱۶۶۶ء	۱۶۶۸ء	۱۶۷۲ء
بہادر	چھٹو خان	میرو خان	میر خان	فتح علی	سونو خان	چاکر خان
عالم خان	خان محمد	جام خان	بلاول I (باد فقیر) ۱۷۰۵-۱۷۵۴ء	محمد علی	داد خان	جونگو خان
سہراب خان	خیر محمد	گل خان	سردار خان II ۱۷۲۵-۱۷۸۳ء (باپ-بیٹے ہالانی جنگ میں شہید ہوئے)	لال خان	راضی خان	چھٹو خان
بجن خان	جعفر	میرو خان II	دلاور خان (۱۷۵۵-۱۷۸۳ء)	سائیں داد خان	نظام	بازت خان / بہادر
بہادر خان	نصیر خان	جام خان II	مراد خان (۱۷۸۰-۱۸۴۰)	پھلیلی خان	میر محمد	ٹانگو خان
نور محمد	میر حسن	منو خان	اللہ بخش (۱۸۲۰-۱۸۸۵ء)	علی مراد	نوبت خان I	بخشن خان
نبی بخش	عالم خان	نواب خان	سجاول I (۱۸۵۵-۱۹۱۰ء)، بلاول II (۱۸۵۸-۱۹۱۸ء)	سعید خان	خان محمد	محبت خان I
حاجی قیصر		محمد موسیٰ	محمد حسین (۱۹۰۰-۱۹۷۵ء)	علی مراد	نوبت خان II	جھنڈو خان I
مولوی نبی بخش		احمد خان	حاکم علی (۱۹۳۰ء)	غلام حیدر	محمد صالح	محبت خان II
عمرالدین		محمد لائق	سجاول عرف آصف علی (۱۹۵۵ء)	شفقت حسین	نوبت خان III	جھنڈو خان II
قیصر خان		لیاقت علی	بلاول علی III (۱۹۸۸ء)	اشفاق حسین		یعقوب علی

زرداری قبیلے کی ایک برانچ کے تیسرے جنم سے اور چھ سات چھوٹے خاندان ہوئے، تاہم اول حیثیت پچھلی شاخ کو حاصل ہوئی ہے۔

پیر راشدی لکھتے ہیں کہ زرداری ذات بلوچ قبیلے میں سے ہے جو ایران اور بلوچستان سے ہوتا ہوا جنوبی پنجاب میں گزر اوقات کے لئے آکر آباد ہوا۔ بعد میں کلہوڑہ دور میں ہجرت کر کے سندھ میں سکونت اختیار کی۔ اس قبیلے کے فرد نہایت وفاداری محنت کش اور خوشحال سمجھے جاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ یہ قبیلہ اپنی اوائل عمر میں علم اور تجارت سے دور رہا۔ زرداری قبیلہ یونانی نسل سے مشابہت رکھنے سے نہایت خوبصورت سمجھا جاتا ہے۔ سندھ میں اس قبیلے کی اکثریت ۹۰ فیصد لوگ اپنی زمین کے خود مالک ہیں۔[۱۳]

زبان اور لباس: جو بلوچ نسل کے قبیلے ڈیرہ جات سے سندھ میں آئے ان کے معاشرتی تعلقات بھی ڈیرہ جات سے رہے۔ اس لئے انہوں نے آہستہ آہستہ وہی زبان اختیار کی۔ بعد میں انہوں نے کلہوڑہ فقیروں کی مریدی اختیار کی، جن کی مادری زبان سرائیکی تھی تو انہوں نے بھی رفتہ رفتہ سرائیکی زبان اپنا لی۔ بلوچوں کی پوشاک انفرادیت رکھتی ہے۔ ململ کپڑے کی بھاری پگڑی سفید پہران (قمیض) اور سفید شلوار یا رنگ دار بھی پہنتے ہیں۔ عورتوں کا لباس لال گج۔ چولو (قمیض) لال چنی (دوپٹہ) کڑھائی والی اور لال رنگ کی گربی (شلوار) پہنتی ہیں۔ مرد اپنے سر اور داڑھی کے بال رکھتے تھے۔ راقم الحروف کے دادا اور نانا کے سر کے بال اتنے بڑے ہوتے تھے کہ عورتوں جیسی چوٹی رکھتے تھے۔ سب ہی اس طرح کے بال رکھتے تھے اور تیل میٹ سے نہاتے تھے۔ بہت صحت مند رہتے تھے آج وہ باتیں نئی نسل میں نہیں ہیں پھر بھی عورتوں اور مردوں کی شکل شباہت میں انفرادیت قائم ہے۔ سندھ کے قدیم رواج اور اسلامی اصولوں کے مطابق آج بھی رشتے داریاں آپس میں کرتے ہیں۔ زرداری قبیلے کے چھوٹے خاندان آپس میں رشتے کرتے ہیں تاہم کچھ خاندان والے دوسرے قبائل سے رشتے کرتے ہیں۔

سیاسی زندگی: میاں آدم شاہ کلہوڑہ کی اولاد میں سے میاں الیاس محمد نے اپنی پیری مریدی میں اضافہ کیا، اس کے بعد ان کے بھائی میاں شاھل محمد نے مغل حکمرانوں کے ساتھ مزاحمتی جنگ کی مگر ناکام رہے۔ اس کے بعد میاں دین محمد نے مغل حکمرانوں کے خلاف مسلح جدوجہد کی۔ جس میں وہ مارے گئے۔ میاں دین محمد کی شہادت کے بعد میاں نصیر محمد خاندان کے وارث ہوئے۔ جو دینی علم سے آراستہ تھے۔ ان کے مریدوں میں اضافہ ہوا۔ اجتماعی مزدوری سے اکٹھا کیا ہوا سرمایہ اجتماعی خرچ ہونے لگا۔ میاں

نصیر محمد کی طاقت کو ابھرتے ہوئے دیکھ کر مغل سرکار نے ان کو گرفتار کر لیا۔ جب وہ دہلی سے رہائی پا کر واپس صدر مقام گڑھی تعلقہ خیرپور ناتھن شاہ ضلع دادو سندھ پہنچے تو مریدوں اور عقید تمندوں نے ان کا پرجوش استقبال کیا۔ اسی جلسے میں میاں صاحب نے سندھ کی خود مختاری کا اعلان کیا۔ میاں صاحب کی بنیادی طاقت بلوچ قبائل تھے۔ جو مرید ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے جانثار سپاہی بھی تھے۔ میاں صاحب کے معتبر مریدوں میں ٹالپور اور لیکھی فقیر تھے۔ ٹالپور فوجی منصب پر تھے اور لیکھی سیاسی مشیر تھے۔ زرداری قبیلے کے لوگ میاں صاحب کے محافظ (گارڈ) تھے۔ اکثر میاں صاحب کے جنگی سفر میں مال برداری کا کام زرداری اور لاشاری کرتے تھے۔ لیکھی فقیر میاں صاحب کی حکومت میں سیاسی مشیر کے ساتھ خزانچی بھی تھے۔ لکھنے کا کام کرنے سے لیکھی ذات بن گئے۔ لیکھی اور ٹالپور شاہی خاندان میں بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ مگر دونوں گروہ ایک دوسرے سے حسد کرتے تھے۔ خداداد خان اپنی تصنیف "لب تاریخ سندھ" میں لکھتے ہیں کہ لیکھی خاندان کلہوڑہ دور میں ایک طاقتور سیاسی منصب رکھتے تھے۔ کلہوڑہ کے ہر ایک قبرستان میں کسی نہ کسی لیکھی جنرل کا مقبرہ بنا ہوا ہے۔ "راجو دیرو" جو پٹ گل محمد میں واقع ہے اسی خاندان کا آباد کیا ہوا ہے۔ خیرپور کے ساتھ "تاجپور" کا تاریخی شہر راجو لیکھی کے فرزند تاجو لیکھی نے آباد کیا تھا۔[۱۴] کلہوڑہ حاکموں کے مریدوں کو فقیر کہا جاتا تھا۔ فقیر کا خطاب نہایت ہی عزت دار اور قابل احترام ہوتا تھا۔

کلہوڑہ حکمران ہمیشہ خود کو "خادم الفقراء" کے لقب سے لکھتے تھے۔ میاں آدم شاہ سے لے کر آخری حکمران میاں عبدالنبی خان تک ہر حکمران نے خود کو خادم الفقراء لکھا ہے۔ اس دور میں دین کی تبلیغ اور اسلامی تعلیم کا کام رند، لاشاری، زرداری، لیکھی کھاوڑ، اور کھوسہ فقیر کرتے تھے۔ ان قبیلوں سے مقرر کردہ لوگ میاں صاحب کے نائب ہوتے تھے۔ ان کی خاص پہچان یہی تھی کہ ان کے کندھوں پر سیاہ رنگ کی چادر رکھی ہوتی تھی۔ یہی سرکاری لباس تھا۔ یہ چادر سند کا درجہ رکھتی تھی۔ اور کوئی بھی سیاہ چادر نہیں رکھ سکتا تھا۔ قبیلے اور دوسری قوموں کے جھگڑوں کے فیصلے اور تصفیہ "کتھیوال فقیر" کراتے تھے۔ دعا دینا، پانی پڑھ کر دعا کے ساتھ دینا انہی کتھیوال، فقیروں کے حوالے تھا۔ ان کا نعرہ "اللہ توھار" ہوتا تھا۔ کسی مہم جوئی پر نکلنا، حملہ کرنا، کسی کام کو شروع کرنا، کچہری سے اٹھ کر خدا حافظ کہنا "اللہ توھار" کے تکیہ کلام سے ہوتا تھا۔ کسی سے غلطی کی معافی مانگنا، گناہ کی بخشش لینا، کسی کو منانا، منت

حاجت کے لئے "کتھی" وسیلہ ہوتی تھی۔ فقیروں کے ذکر فقر کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے سر کو دائیں اور بائیں کی طرف ہلاتے اور بلند آواز سے لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے تھے۔ اللہ اور رسولؐ کا نام لینے سے خوشی سے سرمست ہوتے تھے۔ ذکر کرتے جھومتے رہتے تھے۔ دیوان غلام محمد شر فقیر میں لکھا گیا ہے کہ فقیری کے طریقہ ذکر میں ذکر نفی اثبات لا الہ الااللہ کے بلند آواز سے اپنا سر دائیں' بائیں ہلاتے تھے۔ اس طریقے کو میاں وال طریقہ ذکر کہتے ہیں۔[۱۵]

محترم مولوی نبی بخش زرداری کے قلمی بیاض کے تحت زردار خان کے بیٹے سالار خان' میاں نصیر محمد کی گاڑھی والی جامع مسجد کے مدرسہ میں قرآن شریف کی تعلیم دینے پر مامور تھے۔ درس قرآن کے معلم تھے۔ وہ وفات کے بعد میاں نصیر محمد کے مقبرہ کے جنوب میں میاں دین محمد شہید کے جنوب میں بنی ہوئی بڑی تربت میں مدفون ہیں۔

میاں نصیر محمد کلہوڑہ نے جب مغل حکمرانوں سے بغاوت کی تو ان کو قید کیا گیا تھا۔ ان کی حویلی کی نگہداشت ان کے مرید سپاہیوں کے حوالے تھی' جن میں زرداری بھی تھے۔ میاں نصیر محمد کی وفات کے بعد جب میاں یار محمد کلہوڑہ نے مغل کارداروں سے جنگ کر کے سندھ کا قبضہ لے لیا' تو دہلی کے حکمرانوں نے انہیں سندھ کا حکمران تسلیم کر لیا۔ میاں صاحب نے اپنی حکومت کا دارالخلافہ دادو کے قریب خدا آباد کے نام سے آباد کیا۔ میاں یار محمد نے سالار خان زرداری کے خاندان کو جوھی تعلقہ میں جاگیر عطا کی۔ میاں یار محمد کی وفات کے بعد ان کے بیٹے میاں نور محمد کلہوڑہ سندھ کے حاکم ہوئے۔ انہوں نے سندھ کی جغرافیائی حدود میں بہت اضافہ کیا' اس کے علاوہ مریدوں کی تعداد میں بھی بہت اضافہ ہوا۔ زرداری قبیلے کے بقایا چھ خاندان دریائے سندھ کے مشرق میں آباد ہوئے۔ دریا کی قدیم گزرگاہ جو باندھی اور مورو کے درمیان نواب شاہ کی طرف بہتا تھا' کے کنارے پر بڈو' ناٹھیانی جونیجی' لیاری' ھبیری' کاجھری' خارجانی' تلو' ڈگو' دریائی بندرگاہیں تھیں۔ یہ دریائی حصہ قاضی احمد سے گزر کر پھر دریا میں آکر گرتا تھا۔ صلحانو شاخ بڈو میں آباد ہوئے۔ زرداری قبیلے کی بقیہ شاخیں رنگانو مورو کے مشرق میں گجن گاؤں کے نام سے آباد ہوئیں۔ بقیہ مرکانو' جنگانو اور دادانو شاخ والے موجودہ بلاول فقیر کے مقبرہ کے شمال اور جنوب میں جاگیر لے کر گوٹھ میر خان زرداری میں آباد ہوئے۔ پنجانو شاخ ڈگو میں آباد ہوئے۔ جب خدا آباد میں دریائی سیلاب آیا تو دارالخلافہ میں سخت جانی اور مالی

نقصان ہوا۔ ان کے بعد میاں صاحب نے عوام کو ہدایت کی کہ وہ محمد آباد میں جا کر سکونت اختیار کریں۔ جس کو دارالخلافہ کا درجہ دیا گیا۔ محمد آباد نواب شاہ ضلع کے چھوٹے قصبے شاہپور جہانیاں نیشنل ہائی وے سے چھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں عام ہنرمند اور میاں صاحب کے مرید، جس میں زرداری، جتوئی، سیٹھاد اور سیال شامل ہیں آکر آباد ہوئے۔ یوں محمد آباد ایک بڑا شہر بن گیا۔

نادر شاہ افشار کا حملہ : سندھ میں افواہ پھیلی کہ ایران کا بادشاہ نادر شاہ افغانی فوج کے ہمراہ سندھ پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ نادر شاہ جب سندھ میں داخل ہوا تو میاں صاحب حکومت کے دفتر اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ تھر ریگستان (عمر کوٹ) کی طرف نکل گئے۔ نادر شاہ غیرمتوقع طور پر سیون کے پہاڑ کے راستہ سے ہٹ کر دریائے سندھ عبور کر کے نوشہرو فیروز کے میدانی علاقے سے ہو کر شہداد پور کی طرف حملہ آور ہوا۔[16] ۱۴ فروری ۱۷۴۰ء میں نادر شاہ نے نوشہرو فیروز کے اردگرد لوٹ مار شروع کر دی۔ لوگ اپنے مویشیوں کے ساتھ پناہ کی تلاش میں سلامتی کے لئے بھاگ نکلے۔ نادر چانڈکا، خدا آباد اور محمد آباد کو لوٹتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے تو نادر کے دو جاسوس سپاہی فوج کا راستہ متعین کرنے کے لئے جب میرخان زرداری کے گاؤں پہنچے، تو ان دونوں کو بلاول فقیر زرداری کی سالاری میں قتل کر دیا گیا اور دونوں کو وہیں دفن کر دیا گیا۔ ۱۸۳۱ء میں انگریز جاسوس جب بلاول کے مقبرے پر آئے تو انہوں نے اپنی کتاب میں دو قبروں کی نشاندہی کی ہے جو نادر شاہ کی فوج کے سپاہی تھے۔ میر خان زرداری کا گاؤں خود کفیل تھا۔ سینکڑوں گھوڑے اور ہزاروں کی تعداد میں اونٹ تھے جو لوگوں کے لئے ذریعہ معاش کا کام دیتے تھے۔ نادری فوج نے گاؤں کو لوٹ مار کر تباہی مچا دی۔ بہت سے لوگ قتل کئے گئے۔ گاؤں کے کاردار بلاول زرداری کو گرفتار کیا گیا۔ بلاول ان سے پہلے بہت سی جنگوں میں شریک ہو چکے تھے۔ سیاسی اتار چڑھاؤ سے بخوبی واقف تھے۔ بلاول فقیر نے نادر شاہ کو میاں صاحب کا پیغام دیا کہ "اے شہنشاہ ایران پرامن سندھی عوام اور فقیر حاکم کے پاس کیا ہے جو تم یہاں آ گئے ہو" "نادر نے بلاول کو حکم دیا کہ جاؤ اور میاں صاحب کو پیغام دے دو کہ :

نادرم در ملک ایران قادرم بر هر دیار

لافتی الاعلی، لاسیف الاذوالفقار

ترجمہ :۔ ایران میں نادر کے نام سے مشہور ہوں اور دنیا کے ہر ملک پر قادر ہوں۔ حضرت علی کے سوا

دنیا میں کوئی بھی پہلوان نہیں اور ذوالفقار جیسی تلوار نہیں۔

بلاول زرداری کو فوجی گروہ کی نگرانی میں میاں صاحب کے ہاں چلنے کا حکم دیا گیا۔ بلاول فقیر نے کہا "اللہ توھار" (اللہ تیری مدد کرے) نادر نے پوچھا کہ یہ تم نے کیا کہا؟ "بلاول فقیر نے کہا کہ "ہم فقیر لوگ ہیں ہمارے بادشاہ فقیروں کے غلام کہلواتے ہیں عوام کی دعا ان کے ساتھ ہے۔" مگر نادر بھی نادر تھے۔ اس نے فوج کو چلنے کا حکم دیا اور بلاول فقیر کو ایک خط دے کر میاں صاحب کی طرف روانہ کر دیا اور ان کو کہا گیا کہ جا کر انہیں بتا دو کہ نادر کبھی بھی واپس نہیں لوٹے اور میاں صاحب کو کہو کہ آ کر پیش ہوں۔ نادری حکم میں لکھا تھا'

"ای مور کمزور' ساکن زمین شور' چون گور بلند بینی۔ بگزار و خودی و خودبندی ازخود دور دار باید و شاید کہ کمری وار۔ طوق اطاعت درگردن انداختہ حاضر بشوی۔ ورنہ بہ سم سمند میدان آھن شکن پائمال خواھی شد۔"

ترجمہ :۔ "اے چیونٹی کی طرح کمزور اور تھور زدہ زمین کے رہنے والو' جو قبر کے مانند تنگ ہے۔ اوپر دیکھنا اور خود کو کچھ سمجھنا چھوڑ دو۔ بہتر ہے کہ کمزور گھوڑی کی طرح فرمانبرداری کا طوق گلے میں ڈال کر پیش ہوں۔ ورنہ میدان جنگ کے گھوڑوں کے پیروں تلے' جو فولاد کو بھی توڑ دیتے ہیں روندے جاؤ گے۔[۱۷]

بلاول فقیر نے یہ چٹھی اور نادری فوج کی تفصیل میاں صاحب کے مشیروں' راجو لیکھی' میر بہرام خان ٹالپور اور میاں جان محمد ڈاہری کے سامنے پیش کی۔ پیچھے سے نادری فوج شہداد پور کے راستے سے دوسرے دن عمرکوٹ پہنچی۔ میاں صاحب کے مشیر نادر کے سامنے پیش ہوئے۔ کافی گفت و شنید کے بعد طے ہوا کہ میاں صاحب نادر شاہ کو ایک کروڑ روپیہ دے گا اور سالانہ بیس لاکھ خراج ایرانی حکومت کو دیتا رہے گا۔ اس کے علاوہ میاں صاحب کے دو فرزند مرادیاب خاں اور میاں غلام شاہ ایران میں بطور یرغمال رہیں گے۔ اگر میاں صاحب مندرجہ بالا شرائط نہ مانتے تو نادر سندھ کو جلا کر تباہ و برباد کر دیتا۔ میاں صاحب نے ایک کروڑ روپیہ اور اپنے دو فرزند شہزادے نادر کے حوالے کئے۔ شہزادوں کے ساتھ جام ننڈو ٹالپور اور بلاول زرداری کو روانہ کیا تاکہ شہزادے تنہائی میں مایوس نہ ہوں۔ نادر نے اسی راستے سے واپس ایران پہنچ کر کہا کہ "سکہ زد برہند و سند' و طبلہ زد بر روم و شام' ثانی سلطان سکندر شاہ نادر ذوالکرام۔"[۱۸]

ترجمہ :- نادر شاہ جو سلطان سکندر کا ثانی' عزت اور عظمت والے بادشاہ ہیں' ہند اور سندھ میں اپنا سکہ چلایا- روم اور شام پر بگل بجایا-

بلاول زرداری اور جام ننڈو ٹالپور' شہزادوں کے ساتھ ایران روانہ ہوئے- یہ دونوں نظربند شہزادوں کے ساتھ رہتے تھے- بلاول زرداری میاں غلام شاہ کی صحبت میں رہتے تھے- میاں غلام شاہ نوجوان اور خوبصورت تھے- ان پر نادر شاہ کی سالی عاشق ہو گئی- بالآخر میاں صاحب نے ان سے شادی کی جس کے بطن سے سندھ کے حکمران اور بلند پایہ شاعر میاں سرفراز پیدا ہوئے- بلاول فقیر تین سال میاں صاحب کے ساتھ نظربندی میں گزار کر واپس سندھ آ گئے- بلاول فقیر نے واپس آ کر میاں نور محمد کو شہزادوں کے حالات سے آگاہ کیا- بلاول فقیر جو میاں غلام شاہ کی نظربندی کے دوران ان کے سیاسی مشیر تھے ۱۷۴۳ء میں سندھ واپس آئے- جب ۱۷۴۸ء میں ایران کا بادشاہ نادر شاہ قتل ہوا تو سندھ کے یرغمالی نظربند شہزادے سات سال کا عرصہ گزار کر واپس وطن پہنچے- اسی دوران بلاول زرداری میاں غلام شاہ کے سیاسی مشیر بنے- نادر شاہ کے حملے میں بلاول زرداری کا گاؤں تباہ ہو چکا تھا- بہت سے عزیز و اقارب مارے گئے تھے جن کو گاؤں کے نزدیک دفن کیا گیا تھا- جو لوگ نادر کی مزاحمتی جنگ میں مارے گئے ان کی قبروں کی تعمیر میاں نور محمد نے کرائی تھی- شہداء میں رند' لاشاری' سیٹھار' جتوئی' چانڈیو اور زرداری قبیلے کے لوگ تھے- میر خان زرداری کا گاؤں اب مدفن گاہ بن چکا تھا- ۱۷۵۳ء میں میاں نور محمد نے وفات پائی- اگلے سال ۱۷۵۴ء میں بلاول زرداری بھی وفات پا گئے- ان کو شہیدوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا- میاں غلام شاہ نے اپنے والد میاں نور محمد کے مقبرے کی تعمیر کے بعد ۱۷۶۸ء میں بلاول فقیر کی قبر پر عالیشان مقبرہ تعمیر کرایا- ان کے بعد اسی قبرستان کو "بلاول جو قبو" (بلاول کا مقبرہ) کے نام سے موسوم کیا گیا- ان کے مقبرے پر ذی الحج کی پہلی اور دوسری تاریخ کی صدیوں تک میلہ منعقد ہوتا رہا- بلاول فقیر کی دلیری' عقلمندی اور بزرگی کی وجہ سے ان کو زندگی ہی میں شہرت ملی- زرداری قبیلہ یہاں سے ہجرت کر کے قاضی احمد کے قریب ایک جاگیر "بھتوہل زرداری" کے نام سے لے کر وہاں آباد ہو گئے-

میاں غلام شاہ نے سندھ کی سرحدیں پھلائیں' فتوحات کا سلسلہ مزید بڑھا- سندھ کی سرحدیں ملتان' لیہ' ڈیرہ غازی خان' میانوالی اور سبی تک پھیلیں- سندھ کے عوام میاں غلام شاہ کے دور میں

بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ رہے۔ عوام میں خوشحالی آئی۔ زرداری قبیلہ جو اور قبیلوں کی طرح فوجی خدمت پر مامور تھا۔ اپنی وفاداری اور جانثاری کی وجہ سے شہرت رکھتا تھا۔ میاں غلام شاہ نے بلوچوں اور سرائی (سرائیکی) سرداروں کو جاگیریں دیں۔ زرداری قبیلے کو مورو' دولت پور' قاضی احمد اور سکرنڈ میں جاگیریں عطا کیں۔ یہ جاگیریں اجتماعی کاشتکاری کے اصول کے تحت دی گئی تھیں۔ میاں غلام شاہ نے دارالخلافہ محمد آباد سے تبدیل کر کے ہالا کے نزدیک خدا آباد کے نام سے آباد کیا۔ مگر پھر دریائی سیلاب کو مدنظر رکھتے ہوئے نیروں کوٹ کو حیدر آباد کا نام دے کر سندھ کا دارالخلافہ بنایا۔ کلہوڑہ دور حکومت میں دارالخلافے تبدیل ہوتے رہے۔ جس کسی حکمران نے جہاں وفات پائی اسی دارالخلافہ میں مدفون ہوئے۔ بلاول فقیر بھی ایک نامور جرنیل اور اہل دل بزرگ تھے۔ دوسرے بزرگوں شاہ پنجہ' گاجی شاہ' شاہ گودڑیہ کی طرح اپنے رہائشی مقام پر مدفن ہوئے۔ بلاول فقیر اپنے والد کے گاؤں میر خان زرداری میں دفن ہوئے۔ جس کی آبادی کبھی چار سو مکانات پر مشتمل تھی۔ اس وقت سندھ کی آبادی تیس لاکھ تھی۔

میر خان کے گاؤں میں مدرسہ اور ایک بڑی مسجد تھی۔ جہاں قرآن شریف کا روزانہ درس دیا جاتا تھا۔ بلاول فقیر خود متقی اور پرہیز گار فقیر ہونے کے ساتھ ایک بہادر سپہ سالار تھے۔ جب کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرتے تھے تو گاؤں کے لوگ ان کے کلمہ کے ورد کا ساتھ دیتے تھے۔ جب وہ پوری مستی میں آتے تو وہ بلند آواز سے "لا الہ الا اللہ" کا ذکر کرتے تھے' تو ان کی پیروی کرنے والے اپنا سر دائیں' بائیں کندھے پر پھیرتے اور مستی میں ناچنا شروع کر دیتے۔ ان لوگوں کا ذریعہ معاشی اونٹنیوں اور بکریوں کے ریوڑ ہوتے تھے۔ اونٹنیوں کا دودھ گاؤں میں مفت میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ہندو دکاندار اناج' کپڑا اور سامان کی تجارت کرتے تھے۔ سامان کی در آمد اور بر آمد دریائی بندرگاہ گھیرو سے ہوتی تھی۔ کابل' کشمیر اور پنجاب سے تجارتی قافلے دریا کے راستے سکھر' گھیرو' ہالا' کوٹری' گدو بندر اور ٹھٹھہ تک جاتے تھے۔ میر خان زرداری کے گاؤں میں ہر مہینے مویشیوں کا میلہ منعقد ہوتا تھا۔ جہاں گھوڑوں اور اونٹوں کی منڈی لگتی تھی۔ میاں صاحب فوجی ضرورت کے لئے وہاں سے بھی گھوڑے اور اونٹ خریدا کرتے تھے۔ اونٹ اور گھوڑے پالنا لوگوں کا ذریعہ معاش تھا۔ ہر آدمی کوشش اور محنت کرتا تھا کہ ان کے پاس زیادہ سے زیادہ گھوڑے اور اونٹ ہوں۔ عزت دار وہ کہلواتے تھے جن کے پاس زیادہ اونٹنیوں کی تعداد ہو۔ ایک مثل مشہور ہے "سو ڈاچی کا سائیں۔ سب کا سائیں" (ایک سو ڈاچی کا مالک۔ بڑا آدمی سمجھا

جاتا تھا) دریا کے سیلاب سے کھیتی باڑی ہوتی تھی۔ سیلاب کے موسم میں چھوٹے چھوٹے کھالوں سے زراعت ہوتی تھی۔ جاگیر کسی بڑے پرہیزگار کے حوالے کی جاتی تھی۔ وہ علاقہ کے کاردار بھی تھے اور عدالتی منصف بھی۔ اجتماعی آمد اور اجتماعی خرچ کیا کرتے تھے۔ گاؤں کے لوگ اکٹھے ہو کر کھاتے تھے۔ فقیر کی عزت وقت کے حکمران کے برابر سمجھی جاتی تھی۔ لوگ ان کی عزت اور احترام کرتے تھے۔ ملک میں امن تھا۔ اس وجہ سے لوگ خوشحال تھے۔ جب بھی میاں صاحب کہیں منزل انداز ہوتے تو لوگ خوشی سے نقارے بجاتے اور ناچتے رہتے تھے۔

بلاول زرداری نے ۱۷۵۴ء میں وفات پائی تو میاں غلام شاہ ان کی تعزیت کے لئے گاؤں میر خان زرداری تشریف لائے۔ میاں غلام شاہ نے اپنے والد کا مقبرہ تعمیر کرنے کے بعد بلاول زرداری کا مقبرہ ۱۷۶۸ء میں تعمیر کروایا جو بعد میں عام زیارت گاہ بن گیا۔ ۱۷۷۰ء میں فتوحل زرداری میں بلاول فقیر کے ورثاء کو جاگیر ملی اور ساتھ میں لیکھی فقیروں کو بھی جاگیر عطا کی گئی۔ بلاول زرداری کے مقبرہ کے قبرستان میں اضافہ اس وقت ہوا جب کلہوڑوں اور ٹالپوروں کے درمیان ہالانی کے مقام پر جنگ لڑی گئی۔

میاں غلام شاہ کے بعد کلہوڑہ خاندان میں سازشیں شروع ہوئیں۔ ان سازشوں میں پڑوسی حکمران پیش پیش تھے۔ اندرونی خلفشار میں دوسرے قبائل نے اپنے اپنے مفاد میں حصہ لینا شروع کیا۔ میاں عبدالنبی کے تخت نشین ہونے کے بعد سازشیں منظر عام پر آئیں۔ خاندانی جھگڑوں میں بہت سے شہزادوں کے سر قلم کئے گئے۔ ٹالپور سرداروں نے جو فوجی سربراہ تھے۔ سازشوں میں بھرپور حصہ لیا۔ اس کے نتیجہ میں ٹالپور سردار میر بجار خان دربار میں مارا گیا۔ ٹالپوروں نے اس قتل کو بنیاد بنا کر بغاوت کا اعلان کر دیا۔ ٹالپوروں نے اپنے مرشد حکمرانوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ بلوچ اتحاد کے نام پر بغاوت کر دی۔ میاں صاحب کے مرید جو اکثر بلوچ تھے وہ ایک بڑے امتحان میں مبتلا ہو گئے۔ سندھ میں بے چینی پھیل گئی۔ ملک میں انتشار، بدامنی اور لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔

حکومت کے خلاف بیک وقت دو محاذ کھل گئے۔ جو علاقے کلہوڑوں نے فتح کئے تھے۔ انہوں نے خود مختیاری کا اعلان کیا۔ دوم جو قبیلے مخالف تھے۔ وہ بغاوت پر اتر آئے۔ دوسری طرف سے جو قبائل میاں صاحبان کے انتہائی وفادار تھے جن میں جتوئی، جمالی، لونڈ، لیکھی، کھاوڑ، رند، کھوسہ، سامٹیہ، سیٹھار،

سیال' لاشاری اور زرداری شامل تھے۔ مدمقابل ٹالپور اتحاد قبائل اور دبے ہوئے کچھ سماٹ اور سید قبیلے تھے۔ انہوں نے ہالانی کے میدان میں جنگ کا بگل بجایا۔

مولائی شیدائی لکھتے ہیں کہ "میاں یار محمد کلہوڑہ نے جب سندھ کی نوابی حاصل کی۔ تب جتوئی قبیلے کو بڑے عہدے دیئے گئے۔ میاں نور محمد کے دور حکومت میں شکارپور اور لاڑکانہ کے درمیان جتوئیکی ریاست قائم کی گئی تھی۔ ۱۷۸۳ء میں ہالانی کی جنگ میں دھگانو جتوئی میاں کی طرف سے ایک سپہ سالار تھے۔[19] یہ میاں صاحب کے انتہائی وفادار تھے اور ہالانی کی جنگ کے بعد ٹالپوروں کے عتاب کا شکار ہوئے۔

کھوسہ قبائل میں "روحیل خان کھوسہ' میاں الیاس محمد کے دور میں سندھ میں آئے۔ ان کو میاں نصیر محمد نے جاگیر عطا کی۔ روحیل کے بیٹے راجہ کو میاں نور محمد نے جاگیر دی۔ راجہ کے دوسرے بھائی شیر خان کو میاں غلام شاہ نے جاگیر دی۔ اس طرح کھوسہ قبائل بھی میاں صاحبان کے وفادار رہے۔"[20] ٹالپور دور میں کھوسہ قبائل کو تھر اور کاچھو کی طرف نکال دیا گیا۔ اس طرح کھاوڑ قبیلہ بھی میاں صاحبان کے جانثاروں میں سے تھا۔ ان کے بہت سارے لوگ لشکر کے امیر اور محافظ تھے۔ محمد حسن کھاوڑ نے میاں عبدالنبی کی طرف سے ہالانی کی جنگ میں حصہ لیا۔[21] بلوچ اتحاد میں ٹالپور' مری' لغاری' چانگ' سنجرانی وغیرہ تھے اور کچھ سماٹ قبیلوں نے ٹالپور کی طرف سے جنگ میں حصہ لیا۔[22] ہالانی کی جنگ میں دونوں طرف سے دو ہزار لوگ مارے گئے۔ میانوال فوج کے مقتول خدا آباد' محمد آباد اور بلاول کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ میاں عبدالنبی نے شکست کھا کر جنگ بندی کا اعلان کیا اور اپنے لشکر کو لے کر پڑوسی ریاست جودھپور میں پناہ حاصل کی۔ میاں عبدالنبی نے دوبارہ سندھ کی حکمرانی کے لئے بڑی جدوجہد کی مگر ناکام رہے۔ بالاخر آپ نے جنوبی پنجاب کے ضلع راجن پور تحصیل فاضل پور کے گاؤں حاجی پور میں سکھ راجہ سے جاگیر لے کر بقیہ زندگی وہاں گزار کر وفات پائی۔ ان کا مقبرہ حاجی پور میں عام زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ میاں عبدالنبی کی شکست کے بعد بہت سے قبیلوں نے ہجرت کر کے مارواڑ اور جودھپور میں سکونت اختیار کی۔ اور میاں عبدالنبی کی اولاد نے ادھیپور ریاست میں سکونت اختیار کی۔[23] جودھپور میں ان کی کئی نسلیں ختم ہوئیں۔ جودھپور میں ہٹہ قبیلے کے لوگ بھی ہجرت کر کے آباد ہوئے۔ ان کے گاؤں میں آج بھی بڑی مسجد ہے جس کو "ہٹہ مسجد" کہا جاتا ہے۔ آج بھی ہزاروں

بھٹہ اور کلہوڑہ قبیلے کے لوگ آباد ہیں۔

باغی سردار نے کامیابی کے بعد وہی کام کیا جو فاتح فوج شکست خوردہ قوم سے کرتی ہے۔ ٹالپوروں نے کلہوڑہ حکمرانوں کی کردار کشی شروع کی۔ میاں صاحب کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے کلہوڑہ کے مریدوں پر مظالم ڈھائے، ان کی آبادیوں پر حملے کئے، جاگیریں ضبط کر کے اپنے حمایت یافتہ قبیلوں کو دیں۔ جو اجتماعی انتظام کے تحت جاگیریں تھیں، وہ موروثی بنیاد پر دی گئیں۔ سندھ کو چار بھائیوں میں تقسیم کیا گیا۔ ٹالپور، مری اور لغاریوں کے سرداروں کو جاگیریں دی گئیں۔ زرداری قبیلے کی جاگیریں جو مورو، دولت پور اور سکرنڈ میں تھیں وہ ضبط کی گئیں۔ زرداری قبیلے کے ساتھ میاں صاحبان کی اور وفادار قبیلوں کی جاگیریں بھی ضبط کی گئیں۔ ان کو اپنے گاؤں سے بے دخل کر دیا گیا۔ بہت ساروں کو تو ملک بدر کیا گیا۔ "کھوسہ قبیلہ جو کلہوڑہ پیروں کے ساتھ سندھ میں آباد ہوا تھا اور فوج میں خدمات پر مامور تھا، نے بھی کلہوڑہ کے زوال کے بعد ہجرت کر کے مارواڑ، سندھ کے دور دراز علاقے تھر اور کاچھو میں پناہ حاصل کی۔"[۲۴] کلہوڑوں کا قتل عام کیا گیا۔ وہ حکمران گھرانہ سے ہوتے ہوئے بھی در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرے اور پناہ کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ حکومت کی حمایت حاصل کرنے کے لئے سندھ کے سید قبیلے کو نوازا گیا۔ ان کو مدرسوں کے نام پر جاگیریں دیں گئیں۔ مسجدوں میں ٹالپور خاندان کے حق میں خطبے پڑھے گئے۔ کلہوڑوں کے پیری مریدی کے طریقہ کو زائل کرنے کے لئے نعرہ دیا گیا کہ "مرشد تو سید" کلہوڑوں پیروں کی جگہ سیدوں کی گدیاں وجود میں آئیں۔ صرف سید گدی نشین پیر ہو سکتے تھے۔ رچرڈ برٹن لکھتے ہیں کہ "سید کے مریدوں کو یہ ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ نذرانے کے حساب میں ہیرا پھیری کر سکے۔ مرید اپنے سید مرشد کو نذرانہ کے علاوہ تحفہ بھی دیتے تھے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ان کی قسمت سید کی دعا ہی سے چمکتی ہے۔ سید اتنے خوشحال اور بااثر ہو گئے کہ وہ میر صاحبان کے لئے کھڑے ہو کر بھی استقبال نہیں کرتے تھے اور نہ ان کی تعظیم بجا لاتے تھے۔ عوام جاگیردار کے غلام بن گئے تھے۔ اس نئے نظام کے تحت عوام زیادہ غریب اور مجبور ہو گیا۔ بلوچ قبیلے کی حکمرانی ہو گئی۔ جاگیردار عیاش بن گئے۔ نتیجہ میں زرعی پیداوار کم ہونے لگی۔"[۲۵]

فروری۔ مارچ ۱۸۴۳ء میں میانی کی جنگ میں ٹالپوروں نے انگریزوں سے شکست کھائی اور سات سمندر پار رہنے والی قوم نے سندھ پر قبضہ کر لیا۔ میروں کی باہمی چپقلش ہی ان کی تباہی لائی۔ انگریزوں

نے اعلان کیا کہ جو بھی جاگیردار اور سردار انگریز سرکار کی حمایت کرے گا۔ ان کی جاگیریں اور مراعات بحال کی جائیں گی۔ اس اعلان کے بعد میروں کے انعام یافتہ جاگیرداروں نے انگریز حکومت کے ساتھ وفاداری کا اعلان کیا اور اپنی جاگیریں اور مراعات بحال کروائیں۔ جن جاگیرداروں کو غداری کے انعام میں جاگیریں دی گئیں وہ پہلے کلہوڑہ حکمرانوں نے زرداری اور دیگر وفاداروں کو دی تھیں۔ مگر ان لوگوں نے میروں کے ساتھ وفاداری اور کلہوڑہ حکمرانوں سے غداری سے انکار کیا۔ وہی جاگیریں ٹالپور خاندان میں تقسیم کی گئیں جو انگریزوں نے بھی ان کی وفاداری کے نتیجے میں بحال رکھیں۔ نواب شاہ اور نوشہرو فیروز میں جو جاگیریں بحال کی گئیں۔ ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ میر بجار خان ولد میر غلام حسین کی مورو میں جاگیر بحال ہوئی۔

۲۔ کریم داد ولد امام بخش مری کی مورو میں جاگیر بحال ہوئی۔

۳۔ میر جان محمد ولد میر علی محمد کی سکرنڈ میں جاگیر بحال ہوئی۔

۴۔ میر غلام علی ولد میر خان محمد کو مورو میں جاگیر ملی۔

۵۔ میر خدا بخش خان ولد میر جام خان کو کنڈیارو اور ہالانی میں جاگیر ملی۔

۶۔ میر کرم خان ولد میر غلام مرتضیٰ کو نوشہرو فیروز میں جاگیر ملی۔

۷۔ میر محمد خان ولد میر حسن علی کو محبت دیرو (کنڈیارو) میں جاگیر ملی۔

۸۔ میر دوست علی ٹھارو کی مورو میں جاگیر بحال ہوئی۔

۹۔ بچل شاہ ولد فاضل علی شاہ کو نوشہرو فیروز میں جاگیر ملی۔

۱۰۔ میر دوست علی ٹھارو کی دوسری جاگیر مورو میں بحال ہوئی۔

۱۱۔ سید مہدی شاہ ولد فتح علی شاہ کو نوشہرو فیروز میں جاگیر ملی۔[۲۶]

مندرجہ بالا جاگیرداروں نے انگریزوں کے ساتھ وفاداری کا اقرار کیا اور اپنی جاگیریں بحال کروائیں۔ انگریز مصنف جاگیرداروں کے متعلق لکھتے ہیں کہ "سندھ کے جاگیردار انگریز سرکار کے سامنے ایسے پیش ہوتے ہیں جیسے کسی اعلیٰ مرتبہ والے پیر کے گھر میں اس کے نوکر اپنے کپڑوں سے پیر کے جوتے صاف کرتے ہیں۔ اسی طرح انگریز حکومت کے کارندے کے سامنے نیچ ہو کر پیش ہوتے ہیں۔[۲۷]"

بلاول زرداری فقیر کے پڑپوتے اللہ بخش خان اپنے بھائیوں کے ہمراہ قاضی احمد کے مغرب میں بھتوحل زرداری نامی گاؤں میں سکونت پذیر ہوئے۔ وہ زمین کی آبادکاری کے ساتھ اونٹنیوں اور

گھوڑیوں کے ریوڑ رکھتے تھے۔ ۱۸۴۳ء میں ٹالپوروں اور انگریزوں کی لڑائی ان کی زندگی میں ہوئی تھی۔ اللہ بخش خان کے ہاں ۱۸۵۰ء میں سجاول اور ۱۸۵۲ء میں بلاول (دوم) دو بیٹے پیدا ہوئے۔ جو زمینیں جاگیرداروں کو دینے کے بعد بچ گئی تھیں ان کے ناپ کر کے حکومت نے بیچنی شروع کر دیں تو ہندو جو ٹالپور دور میں زمین کے مالک نہیں بن سکتے تھے ان کو بھی اجازت دی گئی کہ وہ بھی زمین خرید سکتے ہیں۔ ابھی نہری نظام وہی کلہوڑہ دور والا چل رہا تھا۔ آبادی کم ہوتی تھی اور جدید نظام آبپاشی سے لوگ ناآشنا تھے۔ تاہم زرداری قبیلے نے زمین خریدنی شروع کر دی۔ زمین سے پیداوار تو نہیں آ سکتی تھی۔ مگر کیونکہ زرداری مالدار لوگ تھے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے مویشیوں کے گھومنے اور چارے کے لئے زمین خریدی۔ ان کے لئے معاشی وسیلہ یہی جانور تھے۔ مال برداری کا ذریعہ اونٹ اور گھوڑے تھے۔ ان سے اچھی آمدنی ہوتی تھی۔ اونٹ اور گھوڑے پالنے والے کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ سجاول خان کے ہاں ۱۹۰۰ء میں محمد حسین نامی بیٹا پیدا ہوا۔ اس نے بھی وہ پیشہ اختیار کیا جو ان کے آباء و اجداد کرتے آ رہے تھے۔ مسجدوں میں قرآن شریف اور تھوڑی دینی تعلیم لیا کرتے تھے۔ ۱۹۳۲ء میں سندھ میں جدید آبپاشی نظام سکھر براج سے شروع ہوا۔ زمین کی نیچائی اور اونچائی تک پانی پہنچایا گیا تو زرداری قبیلہ نے زمین خرید کر کے خود کاشتکاری شروع کی۔ قبیلہ کے نوے فی صد لوگ اپنی زمینوں کے مالک ہو گئے۔ جو جاگیر کلہوڑہ خاندان نے بلاول زرداری کے خاندان کو دی تھی اور بعد میں ضبط کر لی گئی تھی۔ وہ ایک سو سال کے بعد محمد حسین زرداری نے خرید کر لی۔ روایات ہیں کہ برطانوی دور میں زرداری قبیلے کے اکثر لوگوں کے پاس سونے اور چاندی کی تھیلیاں ہوتی تھیں۔ اس قبیلے نے بہت سے اور قبیلے کے خاندانوں کو زمین خریدنے میں مدد کی۔ بہت سے تعلیم یافتہ خاندانوں نے زمین کی خریداری میں حصہ داری کی کیونکہ دولت مند زرداری لوگ دفتری کام سے کتراتے تھے' اس طرح بہت سے خاندان زرداری خاندان کی دولت سے زمیندار بنے۔

محمد حسین زرداری نے دو شادیاں کیں۔ ایک اپنے خاندان سے' جس سے ایک بیٹا عبداللہ خان پیدا ہوا۔ اور دوسری شادی کرد قبیلے کی ایرانی عورت سلطانہ بیگم سے ہوئی جس کے بطن سے محمد ہاشم' حاکم علی' عبدالجبار اور محمد انور پیدا ہوئے۔ حاکم علی (موجودہ ایم۔ این۔ اے) اپنے گاؤں بھتوھل زرداری سے منتقل ہو کر اوائلی گاؤں میر خان زرداری (جو اب بلاول کا مقبرہ کہلاتا ہے) میں آ کر آباد

ہوئے اور خاندانی زمین پر کاشتکاری شروع کی۔ حاکم علی خان نے سندھ کے مشہور تاریخ دان حسن علی آفندی جو نیو سعید آباد میں میمن قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں کے بیٹے حسین علی میمن کی بیٹی مسمات بلقیس خانم سے شادی کی۔ جس سے ۱۹۵۵ء میں آصف علی (سجاول علی دوم) پیدا ہوئے۔ آصف علی نے ۱۹۸۷ء میں پاکستان کے عظیم سیاسی لیڈر اور چیئرمین پاکستان پیپلز پارٹی سابق صدر و وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی بیٹی اور موجودہ وزیراعظم پاکستان محترمہ بینظیر بھٹو سے شادی کی۔ جن کے ہاں ۱۹۸۸ء میں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا خاندانی نام بلاول علی (سوم) رکھا گیا۔ یوں تاریخ کے ارتقائی سفر نے بلاول فقیر سے ماسٹر بلاول تک اپنی منزلیں طے کیں جو تاریخ و ثقافت کا ایک اہم باب بن گیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اللہ رکھیو بٹ، سماٹ، Institute of Sindhology، جامشورو، ۱۹۸۴ء، ص ۲۵۔

۲۔ غلام محمد لاکھو، سمن جی سلطنت، پاکستان سٹڈی سینٹر، جامشورو، ۱۹۸۷ء، ص ۹۔

۳۔ Imperial Gazetteer of India، جلد اول، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۴۸۔

۴۔ عبدالکریم لغاری، ''جرمن اور جت قوم''، ششماہی مہران نمبر ۲، سندھی ادبی بورڈ، جامشورو، ۱۹۶۴ء، ص ۱۳۱۔

۵۔ اللہ رکھیو بٹ، بحوالہ سابقہ، ص ۳۱۔

۶۔ مولائی شیدائی، بلوچستان جوں قوموں، ماہنامہ نئی زندگی، کراچی، نومبر ۱۹۵۶ء، ص ۳۔

۷۔ ہنری پوٹینجر، سندھ بلوچستان جو سیر سفر، مترجم، محمد حنیف صدیقی اور سومار علی سومرو، سندھی ادبی بورڈ، جامشورو، ۱۹۷۶ء، ص ۲۸۸۔

۸۔ میر محمد بخش ٹالپور، تاریخ امیران میرپور خاص، زیب ادبی مرکز، حیدر آباد، ۱۹۹۴ء، ص ۱۹۔

۹۔ مولائی شیدائی، بحوالہ سابقہ، ص ۱۹۔

۱۰۔ ڈاکٹر غلام حیدر برڑو، سندھ جوں چند ذاتیوں، زیب ادبی مرکز، حیدر آباد، ۱۹۸۱ء، ص ۱۳۔

۱۱۔ 'Slection from the pre-mutiny Record of the Commissioner in Sindh ۱۸۴۷ء، ص ۲۰۹۔

۱۲- محمد سومار شیخ، بدین ضلعی جی ثقافتی تاریخ، لاڑ ادبی سوسائٹی، بدین، ۱۹۸۴ء، ص ۸۰-

۱۳- امام راشدی، ''ایک تعارف''، روزنامہ جنگ (میگزین)، کراچی، ۹ مارچ، ۱۹۹۴ء-

۱۴- خداداد خان، لب تاریخ سندھ، سندھی ادبی بورڈ، حیدر آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۱۴۲-

۱۵- فقیر عبدالرحیم بلوچ، دیوان فقیر غلام حیدر شر، بڈہل فقیر، خیرپور، ۱۹۶۰ء، ص ٦-

۱۶- ڈاکٹر محمد لائق زرداری (مرتب) والئی سندھ میاں نور محمد کلہوڑو، سندھ ہسٹاریکل سوسائٹی، مورو، ۱۹۹۱ء، ص ۱۸۱-

۱۷- خداداد خان، بحوالہ سابقہ، ص ۱۴۲-

۱۸- ایضاً، ص ۱۴۳-

۱۹- مولائی شیدائی، ''بلوچ جو ہک مشہور قبیلو''، ماہنامہ نئی زندگی، کراچی، ۱۹۵۸ء، ص ۷-

۲۰- History of Alienations in the Province of Sindh، جلد دوم، بمبئی گورنمنٹ ریونیو ڈیپارٹمنٹ، ۱۸۸۸ء، ص ۲٦۰-

۲۱- مرزا قلیچ بیگ، سندھ ان جا مشہور شہر اور ماٹھوں، سندھی ادبی بورڈ، حیدر آباد، ص ۴۴۸

۲۲- مولائی شیدائی، ''چانگ- بلوچن جو بہادر قبیلو''، ماہنامہ نئی زندگی، ستمبر ۱۹۵۱ء، کراچی، ص ۴۲

۲۳- محمد بشیر گزدر جودھپوری، مارواڑ میں سندھی سرکار، احباب جودھپوری، حیدر آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۳۳

۲۴- Stanley Napier Rex, Memoir of Thar and Parker, Indus Publication, Karachi, 1977, P.7

۲۵- Richard Burton، مترجم، حنیف صدیقی، سندھو ماتھری میں وسندڑ قوموں، سندھی ادبی بورڈ، حیدر آباد، ۱۹۷۱ء، ص ۹۰

۲٦- History of Alienations in the Province of Sindh، حصہ دوم، ریونیو ڈیپارٹمنٹ، کراچی، ۱۸۷۸ء، ص ۹۰

۲۷- ایضاً، حصہ اول، ص ۹

انٹرویوز

۱۔ محترم حاجی محمد بخش زرداری' نواب شاہ

۲۔ مٹھا خان زرداری' آفس سپرنٹنڈنٹ (ریٹائرڈ) شعبہ پولیس' نواب شاہ

۳۔ انجینئر یعقوب علی زرداری' ڈپٹی ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ' پاکستان ریلوے' کراچی

۴۔ آفتاب احمد زرداری' نواب شاہ

۵۔ حاجی دین محمد زرداری (مرحوم) آف تکو' نواب شاہ

۶۔ غلام حیدر زرداری' نواب شاہ۔

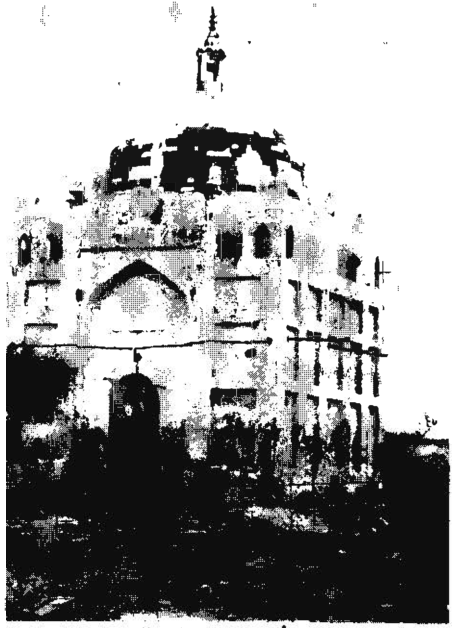

بلاول فقیر زرداری کا مقبرہ

بلاول فقیر کے مقبرہ سے ملحقہ قدیم مسجد

دینی درگاہ سے ملحق مدرسہ اور طلبہ کے لئے رہائش گاہ